مختار بن ابی عبید الثقفی

از
(ڈاکٹر خورشید احمد فارق ۔ ایم ۔ اے پی ۔ ایچ ۔ ڈی)

(۳)

مختار ۶۷ھ یا ۶۹ھ میں مرا، چاروں خلفاء کے عہد اس نے دیکھے، خلفاء کے متعدد گورنروں کی سیرت کا مشاہدہ کیا، عربوں کے مادہ پرستانہ رجحانات اور عرب قبائلی سرداروں کی رعونت، خود غرضی اور فتنہ پردازی کو برتا اور دیکھا، وہ ایک معاملہ فہم شخص تھا جس نے خاندانی عظمت یا قبائلی عصبیت یا شخصی پندار کی عینک سے دیکھنے کی بجائے ایک محقق اور متعلم کی نظر سے سارے سیاسی و اجتماعی حالات کا مطالعہ کیا تھا اس کو حضرت عمرؓ کی کامیابی کا راز معلوم تھا وہ حضرت عثمانؓ کی عدم مقبولیت کے اسباب سے واقف تھا، حضرت علیؓ کی پونے پانچ سالہ خلافت کے پُر آشوب واقعات اس کے سامنے تھے اس نے معاویہ کے بیس۲۰ سالہ دور آشتی کو بھی دیکھا اور اپنے ذہنی زاویے درست کئے وہ طائف میں پیدا ہوا مکہ اور مدینہ اور کوفہ سے جو عربوں کی سیاسی و مذہبی و خاندانی قوت و عظمت کے سرچشمے تھے اس کا گہرا ربط رہا وہ ایک سمجھدار شخص تھا جس کے دل میں ابھرنے اور چمکنے کی لگن لگی تھی لیکن وہ نہ کسی خاندانی عظمت کا مالک تھا نہ کسی قبائلی امتیاز کا جو عربی نظام زندگی میں قوت و اقتدار کے سنگ بنیاد خیال کئے جاتے تھے، اس کی اولوالعزمی کا سارا دار و مدار اس کی اپنی معاملہ فہمی اور مجتہدانہ فکر و عمل پر تھا اس لئے اس نے ایک جج کی طرح سارے سیاسی و اجتماعی حالات کا مطالعہ کیا اور ان کے اسباب و محرکات کا سراغ لگانے کی کوشش کی اور پھر وہ سارے عناصر اس نے اخذ کر لئے جو پچھلے حکمرانوں کے لئے مفید ثابت ہوئے اور ان عناصر کو ترک کر دینے کا عزم کر لیا جن سے ان کو نقصان پہنچا تھا اور خود اس کے مقصد کو جن سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا

کوفہ میں جو اس کی سربلندی کا زینہ اور تباہی کا گڑھا بنا تین قسم کے لوگ آباد تھے: ایک وہ قبائلی سردار اور ان کے ماتحت قبیلے جن کی زندگی کا مقصدِ اعلیٰ دولت اور اقتدار تھا اور جو ہر حاکم کے ساتھ من و دو کے عوض اپنی وفاداریوں کا سودا کرنے کو تیار رہتے، دوسرا گروہ ان مذہبی پیشواؤں کا تھا جو خود یا جن کے باپ کوفہ کے قرآنی و فقہی مدرسہ سے متعلق تھے یہ مدرسہ عبداللہ بن مسعودؓ (متوفی ۳۲ھ) کا قائم کیا ہوا تھا عبداللہ بن مسعود آنحضرتؐ کے قریب ترین صحابیوں میں تھے اور قرآن کی بڑی اچھی سمجھ بوجھ رکھتے تھے. حضرت عمرؓ نے کوفہ کی عربی نو آبادی کو قرآنی و فقہی تعلیم دینے ان کو وہاں بھیجا تھا، حضرت عثمانؓ کے عہد تک یہ تعلیم دیتے رہے اور ان کے شاگرد شہر کے مذہبی پیشوا تھے، یہ لوگ قراء (قرآن خوان) کہلاتے فتوے نافذ کرتے ان میں قبائلی سیادت نہ تھی لیکن مذہبی پندار ضرور تھا، یہ کسی امیر کی وفاداری کے لئے ضروری سمجھتے تھے وہ ان کے ساتھ خاص التفات سے پیش آئے ان کی مذہبی حیثیت کو تسلیم کرے اور ان کے مذہبی نقطۂ نظر سے متفق ہی نہ ہو بلکہ صوم و صلوٰۃ کا پابند ہو، بالفاظ دیگر ان کی عقیدت مندی کا مرجع ظاہری دینداری تھی، تیسرا گروہ غلاموں اور موالی کا تھا جن میں صرف مقاتل موالی (لائق جنگ) کی تعداد اس وقت بیس ہزار بتائی جاتی ہے یہ گروہ عربی آقاؤں کی خدمت و اطاعت کے لئے تھا۔ اسلام کا سرچشمہ قرآن عربی میں تھا رسول اللہ نبی اسلام عرب تھے اور اسلام کا نزول اولاً عربوں پر ہوا تھا غیر عرب کے لئے یہ حقیقت ایک مرعوب کن حقیقت تھی اس کو عربی سیاسی و اجتماعی استبداد نے اور زیادہ ہولناک بنا دیا تھا نتیجہ یہ تھا کہ غیر عرب مذہبی امور میں آنکھ بند کر کے عربوں کی پیروی کے لئے تیار ہو جاتے تھے اور ہر دعوت پر جس کو مذہبی رنگ دے کر پیش کیا جاتا یہ لوگ بہت جلد لبیک پکار اٹھتے خاص طور پر وہ لوگ جن کا رجحان قرآن، حدیث اور ظاہری دینداری کی طرف زیادہ ہوتا ان غیر عربوں کے دل بہت جلد مسخر کر لیتے، دوسری طرف یہ لوگ کچھ تو اس وجہ سے کہ ان کی قوم میں حکومت کے موروثی ہونے کا تصور نہایت پرانا تھا کچھ اس وجہ سے کہ عربوں کی سیاسی و اجتماعی استبداد سے یہ نالاں تھے اور کچھ اس وجہ سے کہ حضرت علیؓ نے اپنے پونے پانچ سالہ دورِ خلافت میں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تھا یہ لوگ

خلافت کا حقدار اور اپنا محسن اہل بیت کو خیال کرتے تھے اور ہر اس تحریک میں شرکت کے لئے تیار تھے جو خلافت اہل بیت کو منتقل کرنے اٹھی ہو آخر میں حضرت حسینؓ کے قتل نے ان کو جذباتی طور پر خاندان رسول کا ہمدرد بنا دیا تھا۔

مختار ان تینوں گروہوں کے نفسیات سے خوب واقف تھا ان تینوں میں اپنے مقصد کے حصول کے لئے تیسرا گروہ اس کو سب سے زیادہ موافق نظر آیا۔ یہ گروہ اہل بیت کا معتقد اور حضرت علیؓ کا ممنون تھا۔ بنو امیہ کے استبداد سے نالاں اور اہل بیت کی طرف سے اٹھنے والی ہر تحریک کو لبیک کہنے کے لئے تیار۔ پہلا گروہ قبائلی سرداروں پر مشتمل تھا جن میں دولت و اقتدار کی خواہش کے ساتھ قبائلی رعونت، باہمی حسد، اور شورش پسندی کے خصائص تھے، جو کسی اصول کسی وفاداری کے پابند نہ تھے بلکہ وقتی دنیٔی مفاد کے وفادار تھے ان لوگوں نے حضرت علیؓ، حسن، اور حسین کے ساتھ بدعہدی کرکے اپنا اعتبار کھو دیا تھا یہی بہت تھا اگر ان کے فتنہ انگیز رجحانات دبے رہتے، مختار کی حکمت عملی ان سے اسی قدر چاہتی تھی، دوسرے گروہ کے ساتھ التفات برت کر، اس کی مذہبی قیادت کا اعتراف کرکے اور خود ظاہری دینداری کا مظاہرہ کرکے مطمئن کیا جا سکتا تھا اور مختار پوری طرح اس کے لئے تیار تھا لیکن اس کی قوت کا ستون تیسرا گروہ ہی بن سکتا تھا۔ یہ لوگ عربوں کے مقابلہ میں (چونکہ ان میں عربی رعونت نہ تھی) زیادہ وفادار، زیادہ ایمان دار اور زیادہ فرماں بردار تھے۔ ان میں نہ خاندانی پندار تھا، نہ قبائلی عصبیت ایک مہربان، مساوات پسند، دیندار اہل بیت سے دوستی رکھنے والا عرب ان کو اپنے جھنڈے کے نیچے جمع کر سکتا تھا، مختار میں یہ سارے صفات موجود تھے، مورخ مدائنی (بحوالہ انساب ۵/۲۲۳) کہتا ہے کہ ایک دن مغیرہ بن شعبہ (ان کا ہم وطن، ہم عصر معاویہ کی طرف سے کوفہ کا گورنر اور مختار بازار سے گذر رہے تھے کہ مغیرہ نے مختار سے کہا: "بخدا مجھے ایک ایسا گروہ معلوم ہے کہ اگر کوئی سمجھدار شخص اس کو استعمال کرے تو بہت سے لوگوں کا دل موہ سکتا ہے اور ان کو اپنے گرد جمع کر سکتا ہے خاص طور پر عجمیوں کو (فارسی نژاد غلام و موالی جو عربوں کے زلّہ ربا ہیں اور ان کی ہر بات مان لیتے ہیں" مختار نے دریافت کیا وہ گر کیا ہے تو مغیرہ نے کہا خاندان رسول کی دعوت اور اہل بیت کے

انتقام کی تحریک: مدائنی کہتا ہے کہ مختار نے مغیرہ کی بات گرہ میں باندھ لی۔

مذکورہ پالیسی کے علاوہ مختار نے ایک صفت اور اختیار کی یہ مذہبی و روحانی رنگ تھا اور اس میں وہ پورا اترا نکلا وہ بڑا زبان آور تھا، اور مسجع گفتگو کرنے کا اس کو حیرت انگیز ملکہ تھا عربوں میں مسجع کلام کاہن اور الہامی لوگ استعمال کرتے تھے اور مختار کو اپنی مقصد برآری کے لئے پرواہ نہ تھی کہ کیا بننا پڑتا ہے اس کی زندگی کا سیاق سباق اس قسم کے بہروپ بھرنے سے ہم آہنگ بھی تھا، وہ اپنی روزمرہ زندگی میں عام خوش حال عربوں کے برخلاف ایک سنجیدہ دیندار آدمی تھا، پر زور مسجع الہامی زبان وہ ہر ایسے موقع پر استعمال کرتا جس سے اس کی زندگی کے مشن کا تعلق ہوتا اور اس کی اس قابلیت سے اس کے سننے والے مرعوب ہوتے تھے قید سے پہلے قید خانہ کے اندر اور قصر امارت میں داخل ہوتے وقت تک اس نے ایک مکمل الہامی شخص کی سی سیرت رکھی اور اپنے ساتھیوں کو اپنے اس رنگ سے خوب متاثر کیا محل کے محاصرہ سے پہلے گورنر کی فوجوں سے جب اس کا مقابلہ ہو رہا تھا تو وہ روزہ رکھے تھا بعض لوگوں میں اس موضوع پر گفتگو ہوئی کسی نے کہا: امیر روزہ نہ رکھتے تو فوجوں کی کمان زیادہ اچھی کر سکتے۔ اس پر ایک دوسرا بولا: امیر معصوم ہیں ان کے بارے میں ایسی بات نہ کہو، وہ اچھے برے کو تم سے بہتر سمجھتے ہیں ابن سبا کی تحریک کی بدولت حضرت علیؓ کی غیب دانی اور الہامیت کے بہت سے قصے کوفہ کے شیعوں اور ضعیف الاعتقاد موالی میں مشہور تھے، مثلاً یہ قصہ کہ صفین کے محاذ پر جاتے وقت مقام کربلا پہنچ کر انھوں نے حضرت حسین سے کہا تھا کہ اس جگہ اہل بیت مارے جائیں گے یا مقام نہروان میں خوارج سے مقابلہ کے موقع پر پستان والے خارجی کی بابت ان کی پیشین گوئی کا ثابت ہونا مختار نے حضرت علیؓ کے اس کردار کی نقالی کی وہ اپنی بلند بانگ سجع میں آنے والے واقعات کی پیشین گوئیاں کرتا اور اپنے ساتھیوں بالخصوص غلام و موالی کو ان کے ذریعہ خوشحالی و کامیابی کی بشارتیں سناتا اور ان کے دلوں کو گرماتا۔

جب اس کو حکومت حاصل ہو گئی اور بیرونی دشمنوں سے عسکری مقابلہ کا مسئلہ درپیش ہوا

تو اس کو یہ بہروپ زیادہ بڑھانا پڑا، شام، بصرہ اور حجاز سے اس کا مقابلہ تھا اور اس کے لئے نہ صرف یہ کہ بڑی فوجی قوت کی ضرورت تھی بلکہ اپنی افواج کی اخلاقی توانائی کو خاص طور پر شام کی خوفناک فوجوں کے مقابلہ میں جن کی شمشیر براں کا اہل کوفہ کو صفین اور پھر توابین کی تباہی میں کافی تجربہ ہو گیا تھا برقرار رکھنے کے لئے ضروری تھی کہ وہ ظاہر کرتا کہ فوق الانسان قوتیں اس کے تابع ہیں جن کی مدد سے وہ ناقابل تسخیر ہے اس کی روحانی نظر اتنی تیز ہے کہ مستقبل کے پردوں کو چیر کر آنے والے واقعات تک پہنچ جاتی ہے وہ کاہن کے درجہ سے بلند ہو کر نبی کے درجہ تک پہنچ گیا اور گو کہ شاید اس نے کبھی نبوت یا کہانت کا دعویٰ نہیں کیا وہ ہر نفسیاتی موقع پر ایسی تقریریں اور باتیں خوب کرتا جو اس کی غیب دانی پر دلالت کرتیں بعض روایتوں سے تو اس بات کی بھی تصریح ہوتی ہے کہ وہ خود کو نبی یا نبی صاحب وحی سمجھتا تھا انساب الاشراف ۵/۲۳۶ نے لکھا ہے کہ وہ اپنی لڑکی کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہتا تھا صلی اللہ علی عیسیٰ بن مریم اس کی تشریح کرتے ہوئے مختار کے بعض مقربین نے کہا کہ مختار کہتا تھا کہ یہ لڑکی مسیح بن مریم سے بیاہی جائے گی:

اس روحانی بہروپ میں حضرت علیؓ کی کرسی بہت کام آئی۔ حضرت علیؓ کی بہن کے پوتے نے جس کو روپیہ کی سخت ضرورت تھی ایک کرسی مختار کو لا کر دی اور کہا کہ حضرت علیؓ کے بھانجے جعدہ بن ہبیرہ یعنی لانے والے کا باپ اس پر بیٹھا کرتا تھا یہ اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ حضرت علیؓ کا غیبی روحانی علم اس میں اتر گیا ہے۔ مختار نے بارہ ہزار درہم اس کو بطور انعام کے دیئے اور جامع مسجد میں کرسی رکھوا کر ان الفاظ میں اس کا تعارف کیا: "پچھلی قوموں میں کوئی واقعہ ایسا نہیں ہوا جس کے مشابہ ہماری قوم میں واقعات نہ ہوئے ہوں بنو اسرائیل کے یہاں تابوت تھا جس میں آل موسیٰ کا باقیماندہ علم سمو گیا تھا یہ کرسی ہمارے ہاں تابوت کی طرح ہے" اس پر ریشم کا غلاف چڑھا دیا گیا یہ مقدس ترین چیز بن گئی بلکہ اس کے لئے ادارہ کا لفظ زیادہ موزوں ہے مختار کے بعض مقربین اس کے مجاور بنے، مشہور صحابی ابو موسیٰ اشعری کے لڑکے اس کے نگران مقرر ہوئے اس میں حضرت علیؓ کا علم حلول کر گیا تھا یہ غیبی قوتوں کا سرچشمہ تھی ہر خطرہ اور مصیبت میں اس سے مدد مانگی جاتی تھی۔

پانی اس کی وساطت سے برسوایا جاتا جنگ کے موقع پر اس سے نصرت طلب کی جاتی، جب مختار کی فوجیں محاذ کی طرف نکلتیں تو آگے آگے کوفہ سے کچھ دور تک ایک بھورے خچر پر جس کے دائیں بائیں مجاور انتہائی احترام سے اسکو پکڑے ہوئے چلتے یہ جاتی پھر لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوکر گڑگڑاتے اس کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگتے اس کو خدا کی طرح مخاطب کرتے، اس کا طواف کیا جاتا اس کی معرفت نزول وحی ہوتی[1] پھر فوج آگے بڑھ جاتی اور کرسی کوفہ واپس آجاتی[2] اب فوجوں اور کوفہ کے شیعوں کو کامیابی کا یقین ہو جاتا اس کرسی کے ظاہر ہونے کے بعد مختار کی پہلی جنگ شام کی فوجوں سے جو ابن زیاد کی قیادت میں عراق پر چڑھی آرہی تھیں ہوئی مختار کی فوجیں مذکورہ طریقہ پر کرسی سے استعانت کرکے مقابلہ پر آئیں اتفاق کی بات کہ جنگ میں شامیوں کا بڑا جانی نقصان ہوا اور ان کو مکمل شکست ہوئی اس واقعہ نے شیعوں کو کرسی کی کرامت کا حد کفر تک معتقد کر دیا تھا[3] اس وقت بعض ذی اثر سمجھدار لوگوں نے اعتراض کیا تو کرسی چھپا دی گئی لیکن انساب ۲۴۲/۵ میں تصریح ہے کہ مختار کے ساتھی اس کے قتل تک کرسی سے رجوع کرتے رہے۔

ایک معزز عرب کا بیان ہے کہ میں مختار سے ملنے گیا تو دو تکیے اس کے سامنے رکھے تھے مجھے دیکھ کر اس نے غلام کو آواز دے کر میرے لئے تکیہ منگوایا میں نے کہا یہ تکیے کس کے لئے ہیں مختار بولا ایک سے ابھی جبریل دوسرے سے میکائیل اٹھ کر گئے ہیں[4]

کوفہ کے غیر شیعی سرداروں کی شکست کے بعد اس کا ذکر بعد میں آئے گا، ایک مجرم قید ہوکر آیا اور مختار کو خوش کرنے کے لئے کہنے لگا: میں نے کوفہ والوں سے آپ کی جنگ میں دیکھا کہ فرشتے ابلق گھوڑوں پر آپ کی طرف سے لڑ رہے ہیں، مختار نے اس کو حکم دیا کہ سب کے سامنے منبر سے اس بات کا اعلان کرے اس نے ایسا ہی کیا شیعوں کے دلوں میں مختار کی عظمت بڑھ گئی مجرم کو چھوڑ دیا گیا[5]

---

[1] طبری ۱۴۵/۷ [2] انساب الاشراف ۲۴۲/۵ [3] طبری ۱۴۰/۷ [4] انساب ۲۳۳/۵

[5] انساب ۲۲۴/۲

نقیب شعبی نے ایک قصہ بیان کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکثر شیعے (عرب اور غیر عرب) مختار کو غیب داں سمجھتے تھے۔ شعبی کہتے ہیں میں مختار کی افواج کے ساتھ مدائن میں تھا (شامی فوجوں کے مقابلہ میں مختار نے ابن الاشتر کی کمان میں فوجیں بھیجی تھیں جن کا مقابلہ دشمن سے بمقام خازر ہوا) کوفہ میں لوگوں نے خبر مشہور کر دی کہ ابن الاشتر قتل ہوا اور شامی فتح کا پرچم لہراتے ہوئے کوفہ آرہے ہیں' مختار فوراً ایک فوج تیار کر کے کوفہ سے روانہ ہوا اور مدائن شہر میں جو شامی افواج کے راستہ میں پڑتا تھا فروکش ہوا (شعبی کے قصہ کا پس منظر یہ ہے) اور اپنی الہامی تقریروں سے فوج کا دل بڑھاتا تھا جب کہ وہ ایک تقریر میں ہم کو بہادری سے دشمن کا مقابلہ کرنے اور اہل بیت کا انتقام لینے کی تلقین کر رہا تھا اس کے پاس شامیوں کی شکست اور ابن زیاد (سپہ سالار) کے قتل کی خبر پہنچی مختار نے باغ باغ ہو کر کہا: "اے خدائی فوجدارو کیا میں نے تم کو پہلے ہی اس بات کی بشارت نہ دے دی تھی؟ سب نے عقیدت سے کہا دے دی تھی اس وقت قبیلہ ہمدان کے ایک عربی نے جو میرے پاس بیٹھا تھا مجھ سے کہا شعبی اب بھی تم کو یقین آیا' (یعنی مختار کی غیب دانی کا) میں نے کہا کس بات کا کیا اس بات کا کہ مختار غیب داں ہے، میں تو ہرگز یہ یقین نہیں کرونگا" وہ بولا کیا انھوں نے پیشین گوئی نہیں کی تھی کہ شامیوں کو شکست ہوگی؟" میں نے کہا انھوں نے تو دعویٰ کیا تھا کہ نصیبین (جو جزیرہ کا شہر ہے) میں ایسا ہوگا اور شکست ان کو خازر میں ہوئی (موصل کا علاقہ) وہ شخص کھسیا کر کہنے لگا "بخدا تم اس وقت تک ایمان نہ لاؤ گے جب تک عذاب الیم تم پر نازل نہ ہوگا"[1] یہ واقعہ ۶۷ھ کا ہے جب کہ مختار کا آفتاب اقبال اپنے نصف النہار پر تھا۔

مروج الذہب کے مصنف مسعودی نے مختار کی پالیسی اور مذہبی بہروپ کے بارے میں یہ الفاظ لکھے ہیں: "کوفہ میں مختار کی طاقت خوب بڑھ گئی اس کے معاونین کی تعداد بڑھ گئی بہت سے لوگ اس سے آملے وہ لوگوں کو ان کی عقل اور حیثیت کے مطابق دعوت دیتا تھا بعض لوگوں کو محمد بن الحنفیہ کی امامت کے نام پر اپنی تحریک میں بلاتا اور جو لوگ اہل بیت سے خاص عقیدت نہ رکھتے ان سے کہتا

---

[1] طبری ۱۴۱/۵، انساب ۲۵۰/۵

کہ اس پر وحی آتی ہے اور جبریل غیب کی باتیں اس کو بتاتا ہے۔"

بلاذری نے انساب الاشراف میں مختار کے متعدد سجعات پیش کئے ہیں جو قرآنی یا الہامی اسلوب میں ہیں جن کو وہ نفسیاتی موقعوں پر اپنے متبعین یا مخالفین کو مرعوب و مدہوش کرنے کے لئے استعمال کرتا تھا ان میں سے ایک سجع جو اس کی روحانی پوزیشن کی تلخیص ہے ذیل میں مترجم پیش کیا جاتا ہے[1]

"قسم ہے بلد امین کے رب کی، طور سینین کی حرمت کی میں کمینہ شاعر کو قتل کر کے رہوں گا جس کا نام اعشی ہے (یعنی مشہور واقعہ نگار شاعر اعشی ہمدان) جس پر میں نے احسان کیا لیکن اس نے احسان فراموشی کی پہلے میری پیروی کی پھر بے وفائی برتی کل پچھاڑ کر اس کو ذبح کیا جائے گا پھر جہنم رسید ہوگا اور عذاب اکبر کا مزہ چکھے گا اتنا ہی آئے گی ابن ہمام لعین پر جس کا تعلق بنو اسد سے ہے جو شیطانوں کے دوست ہیں اور کافروں کے احباب جنہوں نے میری طرف جھوٹی باتیں منسوب کی ہیں اور میرے اوپر بیہودہ بہتان گڑھے ہیں انھوں نے مجھے کذاب کا لقب دیا ہے حالانکہ میں سچا اور معتمد آدمی ہوں انھوں نے میرا نام کاہن رکھا ہے حالانکہ میں عجیب فاروق ہوں کھلے برے میں بڑا تمیز کرنے والا صاحب کرامات"

اس کا سب سے بڑا ثبوت کہ مختار یا بلاذری سے خود کو نبی سمجھتا تھا نہ کاہن بلکہ اپنی مقصد برآری کے لئے کچھ تو شیعوں کی سریع الاعتقادی اور اہل بیت سے ان کی غیر معتدل عقیدتمندی اور کچھ ان کی عدم اعتمادی اور متلون مزاجی کے پیش نظر کبھی کاہن کے رنگ میں، کبھی غیب دانی کے روپ میں اور کبھی نبی کی شان سے جلوہ گر ہوتا تھا وہ اعتراف ہے جو دشمن کے آخری مقابلہ سے پہلے اس نے اپنے ایک مقرب ساتھی سے کیا۔ یہ وہ موقع ہے جب مصعب بن زبیر کی فوجیں اس کے محل کا محاصرہ کئے ہیں اس کا اقبال مائل بہ زوال ہے اس کے بہروپ کا پول کھل چکا ہے اس کی غیب دانی کی پول کھلی سے باہر آچکی ہے اس کے ساتھیوں کے حوصلے پست ہو چکے ہیں، لڑنے اور دشمن کا مقابلہ کرنے سے وہ دل چرانے لگے ہیں ایک ماہ سے زیادہ وہ جمود کی حالت میں رہتا ہے پھر کفن پہن کر اپنے مقرب جاں بازوں کے ساتھ محل سے نکلتا ہے اس وقت وہ اپنے ایک مقرب

---

[1] انساب الاشراف ۵/۲۳۶ [2] طبری ۷/۶

ساتھی سے جس کا نام سائب ہے کہتا ہے بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے کیا کریں" سائب "اصل میں رائے تو آپ کی رائے ہے میں کیا کہہ سکتا ہوں"۔ مختار "نہیں رائے دراصل خدا کی ہے تم احمق ہو جو ایسا کہتے ہو ارے بیوقوف میری حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ میں ایک بڑا عرب ہوں، میں نے دیکھا کہ ابن زبیر حجاز پر قابض ہو گیا، مروان شام پر، نجدہ (خارجی لیڈر) یمامہ پر میں بھی کسی عرب سے کم نہ تھا میں نے ادھر کے علاقوں پر قبضہ کر لیا فرق اتنا ہے کہ میں نے اہل بیت کے انتقام کا بیڑا اٹھایا جب دوسرے عرب ادھر سے غافل تھے اور ان کے قتل میں شرکت کرنے والوں کو فنا کے گھاٹ اتار دیا"[1]

اس کے بارے میں ایک قصہ بیان کیا گیا ہے جو نہایت دلچسپ ہونے کے علاوہ اس کے بہروپ اور شیعی نفسیات و رجحانات کا ترجمان بھی ہے اس قصے کا راوی (یہ بعض روایتی اختلاف سے پہلے بیان ہو چکا ہے) حضرت علیؓ کی بہن کا پوتا کہتا ہے کہ میرے پاس روپیہ ختم ہو گیا تھا ایک دن میں گھر سے نکلا تو اپنے پڑوسی تیلی کے ہاں ایک کرسی دیکھی جس پر میل کچیل جمع ہوا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا چلو اس کے بارے میں مختار سے جا کر چال چلیں میں گھر لوٹ گیا اور تیلی سے کرسی منگوائی پھر مختار کے پاس آیا اور اس سے کہا میں پہلے تو ایک بات آپ سے کہنا جائز نہیں سمجھتا تھا لیکن اب مجھے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کہہ دوں؟ جب اس نے وہ بات پوچھی تو میں نے کہا "میرے پاس ایک کرسی ہے جس پر جعدہ بن ھبیرہ (یعنی حضرت علیؓ کے بھانجے اور راوی کے باپ بیٹھا کرتے تھے۔ یہ اشارہ اس طرف تھا کہ اس میں حضرت علیؓ کے علم روحانی و غیبی کا (جیسا کہ سبائی ذہنیت والوں کا عقیدہ تھا) اثر ہے مختار نے تعجب سے کہا، تعجب ہے تم نے آج تک یہ بات نہیں بتائی، اسے ابھی منگواؤ، ابھی منگواؤ" کرسی کو دھویا جا چکا تھا میل کچیل کے نیچے کی لکڑی تیل پینے سے خوب چمکدار ہو گئی تھی یہ کپڑے سے ڈھانپ کر لائی گئی مختار نے مجھے بارہ ہزار درہم (تقریباً چھ ہزار روپے انعام دئے، اس کے بعد جامع مسجد میں لوگوں کو جمع کیا اور کرسی کا تعارف کرتے ہوئے اپنی تقریر میں کہا "پچھلی قوموں میں کوئی بات ایسی نہیں ہوئی جو ہمارے اندر موجود نہ ہو، بنی اسرائیل کے پاس ایک تابوت تھا جس میں آل موسیٰؑ اور ہارونؑ کا باقی ماندہ علم حلول کئے ہوئے تھا اسی طرح ہمارے پاس بھی ایک چیز ہے" یہ کہہ کر اس نے کرسی کا غلاف ہٹانے کا حکم دیا، غلاف ہٹایا گیا اور سبائی ذہنیت کے لوگوں نے کھڑے ہو کر نہایت عقیدت سے ہاتھ اٹھا کر تین بار تکبیریں کہیں[2]۔ (باقی آئندہ)

---

[1] طبری ۱۵۵/۷ [2] بعض راویوں نے کرسی کا واقعہ دوسرے انداز سے پیش کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دن مختار نے (کوفہ پر قبضہ کرنے کے بعد جعدہ بن ھبیرہ (حضرت علیؓ کے بھانجے) کے لڑکوں سے کہا کہ علی بن ابی طالب کی کرسی مجھے لاکر دو انھوں نے کہا ہمارے پاس نہیں ہے (ہمیں اس کا پتہ معلوم ہے) مختار نے کہا احمق مت بنو جاؤ کرسی لاکر دو اس سے بعض رشتہ داروں نے نتیجہ نکالا کہ وہ محض کرسی چاہتا ہے مجبوراً کرسی بھی لاکر دیں گے اس کو منظور کرے گا چنانچہ انھوں نے ایک کرسی لاکر دی اور کہا کہ یہ حضرت علیؓ کی ہے مختار نے منظور کر لیا اس کے بعد اس کے مقربین نے اس پر حریر و دیباج کا غلاف چڑھا دیا۔ یہ سین دیکھ کر ایک معزز عرب شبث بن ربعی نے بطور احتجاج کہا "مضر کے لوگو کافر نہ ہوتے جاؤ" لوگوں کی عقیدت کا پارہ اتنا بلند تھا کہ اس غریب کو دھکی دے کر مسجد سے نکال دیا گیا طبری ۱۴۰/۷